اَلنَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ اور الۡاُمِّیّٖنَ کے معنی اور مفہوم ۔ آقائے نامدار ﷺ ''ان پڑھ'' تھے اور نہ ہیں

قرآنِ مجید کو یوں متعارف فرمایا گیا ہے:

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيۡهِۛ

یہ ہے وہ کتاب جس کے مجموعہ کلام / بیان میں تخیل، مفروضوں، غیر تصدیق شدہ، بے سروپا بلند بانگ دعووں، نفسیاتی ہیجان پر مبنی ایسا کچھ مواد نہیں جو دورانِ مطالعہ باعثِ الجھن، اضطراب و ہیجان بنے / یہ ہے وہ منفرد کتاب جو ریب سے منزہ بیانِ حقیقت ہے ۔ (حوالہ البقرۃ۔۲)

کتاب کا دعویٰ ہے کہ اِس میں بیان / تحریر کردہ کلام میں تخیل، گمان، مفروضہ، داستان، کہانی، سنی سنائی روایت کا کوئی عنصر اور پہلو نہیں، اس لئے کسی بھی قسم کے تذبذب کا باعث بننے سے بالاتر ہے اور ہر طرح کے غیر حقیقی عنصر سے منزہ کتاب قابل اعتماد ہونے کی منتہا پر (infinitely reliable) ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید نے پر یقین اور لطیف انداز میں اپنے تعارف ہی میں دعوے سے کہہ دیا کہ اس کے علاوہ کائنات میں بکھری کتابیں باعث تذبذب اور غیر یقینی پیدا کرنے والے مواد سے پاک نہیں ہیں۔ انہیں بغیر تحقیق و تجسس قابل اعتماد (reliable) تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ کسی دوسری کتاب نے ایسے دعویٰ اور یقین کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا۔ قرآنِ مجید کے اِس دعویٰ کے بعد کوئی بھی ہستی اور کتاب یہ دعویٰ دہرا نہیں سکتی کیونکہ زمان و مکان میں کتابِ لاریب صرف اور صرف ایک ہوتی ہے۔

تلاشِ علم اور جستجو حقیقت کے دعوی میں سچا شخص بغض اور تعصبات کے بھنور میں الجھا نہیں ہوتا۔ اگر جستجوئے علم اور تلاش حقیقت میں سرگرداں شخص کو یہ معلوم ہو کہ دنیا میں ایک کتاب کا یہ دعویٰ ہے ''یہ کتابِ لاریب ہے'' لیکن پھر بھی اُس کتاب کو نہ پڑھے تو تلاش علم و حقیقت کے دعویٰ میں سچا نہیں اور در حقیقت گمان وظن کا پیروکار ہے۔ الکتاب کے اِس منفرد دعویٰ کے بعد اپنے آپ کو متمنی حقیقت کہنے والے کیلئے اِس کے مطالعہ سے انکار اور فرار کی راہ اختیار کرنے کی کوئی دلیل اور جواز نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ دانا و بینا، بغض اور تعصب سے مطہر قلب کیلئے کائنات میں بکھری اَن گنت کتابوں میں سے ایک کتاب کا یہ منفرد دعویٰ اسے تسلیم کرنے کیلئے اپنے آپ میں ایک قوی دلیل ہے لیکن ماہرین سائنس، مفکرین اور فلسفیوں کی اکثریت جستجوئے حقیقت کی مدعی ہونے کے باوجود قلب وذہن کی گہرائیوں اور اندھیروں میں چند ایسے نکات کی دلدل میں دھنسی ہوتی ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بغض اور تعصب اُن سے چھپائے نہیں چھپتا۔ وہ کتاب کے لاریب ہونے کے دعویٰ کے باوجود اُس کتاب کو پڑھنے ہی سے انکار کر دیتے ہیں اور تصور اور خیال کو کائنات کی وسعتوں میں پھیلاتے ہیں کہ اس کے کناروں، ابتدا اور منتہا کو پا سکیں، اور یقین کی منزل کو نہ پا کر آخر اُن وسعتوں میں خود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔

کتاب لاریب کے دعویٰ پر مبنی قرآنِ مجید کو کائنات میں متعارف کرانے والی عظیم ہستی رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ کے مختص بندے اور خُلُقٍ عَظِيمٍ کائنات کی عظیم تخلیق، آقائے نامدار، رحمت للعالمین، خاتم النبیین، رسولِ کریم ﷺ ہیں جنہیں فرائض رسالت تفویض کئے جانے سے قبل کے وقت کے حوالے سے قرآنِ عظیم میں ٱلنَّبِيَّ ٱلۡأُمِّيَّ کہا گیا ہے۔

کتاب کے حوالے سے تسلیم شدہ اصول یہ ہے کہ اُس کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کے معنی اور مفہوم وہی لئے جائیں گے جو اس نے طے کئے ہیں اور اگر اُس نے اِن الفاظ کے معنی، مفہوم اور تعریف کو متعین نہیں کیا تو پھر اس کتاب میں بیان کردہ بات کو سمجھنے اور طے کرنے کیلئے مروجہ لغت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس سے قطع نظر کہ کسی بھی لفظ اور اصطلاح کے کوئی کیا معنی اور مفہوم لیتا ہے اُن کی وہ تعریف غالب رہے گی جو اُس کتاب نے متعین کی ہے۔ قرآنِ مجید بھی چونکہ ''ذَالِكَ الْكِتٰبُ'' ایک منفرد کتاب ہے اِس لئے اِس کے مندرجات کو پڑھنے، سمجھنے اور تسلیم کرنے کیلئے اُن اصولوں سے انحراف نہیں کرنا چاہئے جو کتاب کے حوالے سے زمان و مکان میں مروجہ اور تسلیم شدہ ہیں۔

اربابِ لغت کی محنت وکاوش اور اُن کا ادب و احترام یقیناً قابلِ تعریف بات ہے لیکن اُن کا کردار صرف اِس حد تک ہے کہ مجھ جیسے قاری کیلئے قرآنِ مجید کے بیان کو سمجھنے میں سہولت اور معاونت کا باعث تو بنتے ہیں مگر حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتے۔ قرآنِ مجید تفسیر حقیقت ہے اور زمان و مکان میں محدود نہیں جب کہ آئمہ لغت سمیت ہمارا علم اپنے اپنے زمان و مکان میں محدود ہے، اِس لئے کوئی بھی اپنے آپ میں حجت آخر کا مقام نہیں پاسکتا کہ قرآنِ مجید روزِ قیامت تک کیلئے زمان و مکان کیلئے خزینہ علم اور ھادی ہے۔ یہ کتابِ لاریب نہ صرف زمان و مکان کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ اُس کے وجود پذیر ہونے سے قبل اور لپیٹ دیئے جانے کے بعد پیش آنے والے حقائق کو بھی واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ لسان کے کسی ماہر کی ترتیب دی ہوئی لغت کے ذریعے انہیں سمجھنے میں مشکل، پیچیدگی اور اختلاف ہوتا، اِس لئے قرآنِ مجید اپنے اہم الفاظ اور اصطلاحات کے معنی اور مفہوم، گہرائی اور وسعت، حدود، ابتدا اور منتہا خود ہی متعین اور واضح کرتا ہے، اپنی بات کو خارجی ذرائع کی صوابدید پر نہیں چھوڑتا۔ لغات القرآن کو قرآنِ مجید نے خود اپنے اندر ترتیب دے رکھا ہے۔

قرآنِ مجید میں بنی اسرائیل کے صاحبان علم فریق کی عادت وخصوصیت کے متعلق بتایا:

وَقَدۡ كَانَ فَرِيقٞ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُونَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ'' اور اُن میں یقیناً ایک فریق ایسا ہے جو اللہ کا کلام سنتا ہے

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُۥ مِنۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ۝

بعدازاں جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں جس کو انہوں نے سن کر ذہن میں محفوظ کیا/سمجھ لیا تھا'' (حوالہ البقرۃ-۷۵)

انسان کا ہر عمل کسی مقصد کے حصول کیلئے ہوتا ہے کہ عمل ہمیشہ دانستہ ہوتا ہے۔ مقصد دانستہ عمل کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں صرف وہ طبقہ رفریق تحریف کرتا اور کرسکتا ہے جو معاشرے میں صاحب الرائے، اہل علم وفکر، دانشور، مفکر، سکالر، دین کے شیخ رعلماء کا تشخص اور شہرت رکھتے ہیں۔ اور اِس تحریف کا مقصد مقتدر طبقے کی ترجیحات، مصلحتوں، خواہشات اور مفادات کا تحفظ اور عوام الناس کو اُن کے شکنجے کے دائرے میں مقید رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کا مقصد عوام الناس میں یہ گمان پیدا کرنا ہے کہ جو کچھ اعلیٰ طبقہ کر رہا ہے وہ اللہ کے کلام ردین کے مطابق ہے۔ کلام اللہ میں ایک فریق کے تحریف کی اِس حرکت سے متاثر ہونے والے دوسرے فریق کے متعلق بتایا

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

''اور عوام الناس طبقے کی اُن اہل یہود میں اکثریت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ الکتاب راللہ کی نازل کردہ کتاب میں درج کا علم نہیں رکھتے سوائے اُس کے جو انہیں الکتاب کے حوالے سے سنایا ربتایا رسامنے ڈال دیا گیا ہے، اور یہ کہ محض گمان رکھتے ہیں''۔ (البقرۃ۔۷۸)

أُمِّيُّونَ جمع مذکر سالم مرفوع نکرہ۔ [Sound plural; masculine; Indefinite; nominative]۔ واحد أُمِّیّ۔

اور ترتیب کو پلٹائے گئے جملہ اسمیہ میں اِس کی حیثیت مبتداء رموضوع رSubject کی ہے۔ یہ مادہ ''ء م م'' سے بننے والا پہلا لفظ ہے جو قرآنِ مجید میں استعمال ہوا۔ مادہ ''ء م م'' قرآنِ مجید میں ایک سو انیس بار استعمال ہوا ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ یہ جامد ہے اور بچے کی اُس آواز سے ماخود ہے جب زبان سے بولنا سیکھنے کی ابتدا میں اُم اُم کہنا شروع کرتا ہے اور یہیں سے اِس کے اولین معنی والدہ رماں کے ہوگئے۔ ماں کی آغوش کے اعتبار سے انسان کے مسکن کو ''اُمّ'' کہتے ہیں۔ تفسیر جلالین میں اس کے معنی عوام بیان ہوئے اردو رانگریزی زبان کا لفظ ''اَن پڑھ، illiterate'' عام لوگوں کے تصور رperception میں وسعت اختیار کر گیا ہے مگر کسی بھی شخص کا ''اَن پڑھ illiterate'' ہونا کسی حوالے سے ہوتا ہے۔ میں جرمن اور جاپانی زبان میں لکھی ہوئی کسی بھی کتاب کو نہیں پڑھ سکتا اِس لئے اُن کتابوں کے حوالے سے ''اَن پڑھ، illiterate'' ہوں۔ أُمِّیّ کا تعلق کسی مدرسے، سکول، کالج یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے تعلیم حاصل کرنے سے نہیں ہے اور نہ اِس کے یہ معنی اور مفہوم ہے کہ أُمِّیّ صاحب علم نہیں۔

''وَ مِنْهُمْ أُمِّيُّونَ '' کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ اُن میں غیر تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے متعلق جو تصور عام ہے اُس کے مطابق وقت کے کسی بھی مقام پر بنی اسرائیل سو فیصد تعلیم یافتہ افراد پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے۔ لیکن قرآنِ مجید نے بنی اسرائیل میں ایک فریق کو ''أُمِّيُّونَ کہتے ہوئے اُس کی مخصوص پہچان رخاصیت روصف یہ بتایا ''لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ'' ''یہ لوگ الکتاب کا علم نہیں رکھتے'' ''يَعْلَمُونَ'' فعل جمع مذکر غائب مضارع مرفوع منفی ''وہ علم نہیں رکھتے، وہ نہیں جانتے'' کیا علم نہیں رکھتے، کیا نہیں جانتے؟ ''ٱلْكِتَـٰبَ'' مفعول معلوم رمخصوص کتاب۔ یہ لوگ علم حاصل نہیں کرتے ررکھتے نازل کردہ کتاب کا۔ اور فعل کی مرفوع نوعیت (Nominative mood) تسلسل سے اختیار کردہ اُن کی عادت کو ظاہر کرتی ہے۔ کتاب میں کلام تحریر کیا ہوتا ہے اِس لئے جس شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہ نازل کردہ کتاب کا علم نہیں رکھتا تو سیدھا سادا مفہوم یہ ہے کہ اُسے اُس کتاب میں درج باتوں کا ذاتی طور پر علم نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ اُسے اُس مخصوص کتاب کی موجودگی کا علم نہیں ہے اور نازل کردہ کتاب کے حوالے سے اُسے جو معلوم ہے اُسکو اِس استثناء سے بتایا إِلَّآ أَمَانِيَّ سوائے اُس کے جو صاحبان علم رعلمائے دین نے انہیں بتایا رسماعتوں میں ڈال دیا ہے"۔

بڑی بڑی ڈگریوں کے حامل تعلیم یافتہ لوگ بھی الکتاب کے حوالے سے أُمِّيُّونَ ہو سکتے ہیں جیسے اہل ایمان میں ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی نہیں جنہیں قرآنِ مجید پڑھنا نہیں آتا یا جنہوں نے اسے کھول کر خود کبھی پڑھا نہیں اگر چہ اُس کے حوالے سے بہت کچھ سنا ہوا اُن کی یادداشتوں میں موجود ہے۔

"اَلْكِتَـٰبَ" میں درج کلام اللہ کے متعلق جو لوگ "لَا يَعْلَمُونَ" علم نہیں رکھتے اور اُس کے متعلق اُن کا خیال اور اندازہ محض سنی سنائی باتوں سے ہے تو ایسے لوگوں کے متعلق کہا کہ وہ کچھ نہیں کرتے سوائے "يَظُنُّونَ وہ گمان کرتے ہیں they consider/ think/presume,suppose"۔ نازل کردہ کتاب کی باتوں کے حوالے سے کسی شخص کیلئے یہ کہنا کہ اُسے علم ہے صرف اُس صورت میں ممکن ہے اگر اُس شخص نے کتاب کے مندرجات کو خود پڑھا اور سمجھا ہو ورنہ لوگوں سے جو کچھ اُس نے سن رکھا ہے اِس شخص کے حوالے سے وہ محض گمان ہے، اُس کا خیال راندازہ ہے کہ یہ کتاب کی بات ہے۔ گمان محض احساس رخیال راندازہ رتمنا رکان میں ڈال دی گئی بات ہے جو علم نہیں۔ علم سچائی ہے گمان محض خیال ہے۔

اِس فرق اور نکتے کو آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے اِس عمل نے واضح فرمایا

اَئْتُونِي بِكِتَـٰبٍ مِّن قَبْلِ هَـٰذَآ أَوْ أَثَـٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ٥

"میرے پاس اِس (قرآنِ مجید) سے قبل کی کتاب کے ساتھ رکتاب لے کر آؤ یا علم سے ثبوت لاؤ اگر تم سچے ہو" (حوالہ الاحقاف۔۴)

علم ثابت شدہ بات یعنی سچائی ہے اور کسی شخص کیلئے علم کے درجے پر کوئی بات اُس وقت فائز ہو گی جب اُس نے اُس بات کو نازل کردہ کتاب میں تحریری شکل میں خود دیکھ لیا ہے یا اُس بات کے سچ ہونے کے متعلق آثار یعنی (tangible evidence) ظاہری شواہد ردکھائی دینے والے ثبوت اُس نے دیکھ لئے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کے قرآنِ مجید میں بتائے اِس عمل اور فرمان کے مطابق لوگوں کی منہ سے کہی ہوئی بات کو اُس وقت تک سچائی تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک اُسے نازل کردہ کتاب میں لکھا ہوا دکھا نہ دیا جائے یا علم کے ظاہری شواہد سے اُسے سچ ثابت کر دیا جائے۔ اِن دو باتوں کی عدم موجودگی میں ہر بات محض ایسا گمان راحساس رخیال رمفروضہ رتمنا ہے جسے لوگ دوسروں کے سامنے ڈال دیتے ہیں۔

آقائے نامدار رسول کریم ﷺ نے یہ بات لوگوں سے فرمائی تھی۔ اِس قول کو کتاب میں تحریری شکل میں پڑھ لینے کے باوجود بعض اہل علم کا تشخص رکھنے والے بھی اپنے گمان اور تخیل کی دنیا سے باہر نہیں نکلتے اور کتاب کا علم نہ رکھنے والوں کے سامنے اپنے اِس گمان

کو دہراتے رہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے نزول کے بعد بھی [معاذ اللہ] رسول کریم ﷺ اِن معنوں میں ''امی'' تھے کہ کتاب کی تحریر کو پڑھنا اور لکھنا نہیں جانتے تھے۔ وقت کے اِس مقام پر جب انہوں نے یہ بات ارشاد فرمائی وہ کتاب کی تحریر کو اگر پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لوگ جھٹ سے ترکی بہ ترکی جواب دیتے: '' آپ کے پاس کتاب لانے کا کیا فائدہ آپ تو کتاب پڑھنا ہی نہیں جانتے''۔

قرآنِ مجید میں أُمِّيُّونَ اُن لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو ''الکتاب'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کا علم نہیں رکھتے یا اُسے حاصل نہیں کرتے اور دوسری مرتبہ اس سے ملتا جلتا مگر منفرد لفظ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ معرفہ اور حالت جر میں ''الکتاب'' ہی کے حوالے سے آیا ہے

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡأُمِّيِّـۧنَ ءَأَسۡلَمۡتُمۡۚ

''اور آپ ﷺ اُن لوگوں کیلئے جنہیں ماضی میں الکتاب کو عطا فرمایا گیا تھا اور اُن لوگوں کیلئے جنہیں ماضی میں الکتاب کو عطا نہیں فرمایا تھا یہ ارشاد فرمائیں ''کیا تم لوگوں نے اپنے آپ کو دین اسلام اختیار کرنے پر مائل کر لیا ہے؟'' (حوالہ آلِ عمران ۔۲۰)

معمولی دھیان سے دیکھیں تو اس لفظ کے درمیان تین ''ی'' ہیں۔ آخری ''ی'' کو نسبتی کہا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ اسم نسبت ہے اور پہلے والے اسم سے مختلف۔ انگلش میں یہ National Adjective کہلاتا ہے۔ اور معنی Gentiles ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کی ذریت جنہیں اسحاق علیہ السلام کی ذریت بنی اسرائیل کے برعکس ایک عرصے تک نازل کردہ کتاب سے نوازا نہیں گیا تھا۔ اس طرح اہل کتاب کے برعکس آقائے نامدار ﷺ کو رسول کریم مبعوث فرمائے جانے اور نزول قرءانِ مجید سے قبل ان کی نسبت غیر اہل کتاب کی تھی۔

حرف عطف ''وَ'' اپنے مابعد لفظ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ کا تعلق لِّلَّذِينَ سے کر رہا ہے۔ اور دوسرا متعلق فریق أُوتُواْ ٱلۡكِتَـٰبَ ''وہ لوگ جنہیں ماضی میں الکتاب کو عطا فرمایا گیا تھا'' بنی اسرائیل ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اور انجیل کے نزول پر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ نے کفر کیا اور دوسرا گروہ مسلم بنا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے بعد میں اپنے آپ کو نصاریٰ کہلوانے لگے۔ اِس طرح ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ کے مقابل لوگ بنی اسرائیل اور نصاریٰ اہل کتاب ہیں۔

أُوتُواْ ٱلۡكِتَـٰبَ کے بالمقابل ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ سے مراد ''ان پڑھ لوگ'' کیسے ہو سکتی ہے؟ ''جنہیں مخصوص کتاب کو عطا فرمایا تھا'' کے معنی اور مفہوم یہ نہیں کہ وہ تمام ''پڑھے لکھے تعلیم یافتہ لوگ'' ہیں۔ اُن میں تو وہ بھی ہیں جنہیں الکتاب کا علم حاصل نہیں۔ صاحب الکتاب ہونا اور اُس کتاب کا علم رکھنا دو الگ باتیں ہیں۔ بات نازل کردہ کتاب کے حوالے سے ہو رہی ہے جبکہ ''ان پڑھ، who read not,unlearned,illiterates,unlettered people'' جیسے الفاظ اور اصطلاحیں اس مفہوم کی حامل

ہیں کہ وہ کوئی بھی تحریر پڑھنا نہیں جانتے۔ جب یہ کہا جائے کہ اُن سے بھی کہو أُوتُواْ ٱلْكِتَـٰبَ جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی اور پھر ''واوٗ عاطفہ'' کے ساتھ انہیں بھی کہنے کا کہا جائے جو ٱلْأُمِّيِّـۧنَ ہیں تو ''کتاب عطا کئے گئے لوگوں'' کے بالمقابل وہ لوگ ہوں گے ''جنہیں کتاب عطا نہیں کی گئی تھی''۔(کوئی برائے اعتراض معترض ہوسکتا ہے کہ یہ اخذ (infer) کرنا ہے اس لئے آگے بڑھتے ہیں)

ٱلْأُمِّيِّـۧنَ اسم معرفہ ہے جو اپنے آپ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ جانے پہچانے اور معروف لوگوں کے متعلق ہے جو اہل کتاب سے متمیز تعارف اور شناخت کے حامل ہیں اور اِس کا تعلق معاشرے میں موجود غیر تعلیم یافتہ افراد سے قطعی طور نہیں ہوسکتا کہ وہ جانا پہچانا معروف گروہ نہیں ہوتا اور وہ اہل کتاب میں بھی موجود ہیں۔قرآنِ مجید میں اِس لفظ کے تیسری بار استعمال نے مزید واضح کیا ہے کہ اہل کتاب اِس اسم نسبتی کو قرآنِ مجید کے نزول سے قبل کے زمانے میں بھی اپنے سے الگ قوم کی شناخت کے طور پر استعمال کرتے تھے۔اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بسنے والے دوسرے لوگوں کو کس شناخت سے بیان کرتے تھے؟

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ لَيْسَ عَلَيْنَا فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سَبِيلٌ

یہ اِس وجہ سے ہے کہ وہ/اہل کتاب اپنے لوگوں کو بتاتے ہیں

''کوئی ممانعت اور مؤاخذہ ہم پر ٱلْأُمِّيِّـۧنَ کے ساتھ معاملات پر نہیں ہے'' (حوالہ آل عمران۔۷۵)

قرآن عظیم سے جب کبھی آپ اور میں کسی لفظ، اصطلاح، تصور کے متعلق رہنمائی کے طالب ہوں گے تو محسوس کریں گے کہ ہمیں سمجھانے اور بات کو انتہائی نفیس اور سادہ انداز میں یوں روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیتا ہے کہ تشنگی کا کوئی پہلو نہ رہے۔آخری بار یہ ایک ایسے حوالے سے استعمال فرمایا گیا ہے کہ زمان و مکان میں اِسکے معنی اور مفہوم کا تعین کرنے میں کسی غلطی اور تذبذب کا امکان نہ رہے۔ارشاد فرمایا

هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (حوالہ الجمعۃ۔۲)

اللہ وہ ہے جس نے مبعوث فرمایا ''امیین'' کے مابین اُس ایک شخص کو بحیثیت رسول جو اُن میں دائمی مومن کی شناخت رکھتا تھا۔

آقائے نامدار ﷺ بنی اسماعیلؑ میں سے ہیں اور بنی اسماعیلؑ ان پڑھ قوم نہیں تھی۔کیا بنی اسماعیلؑ کے بحیثیت قوم اَن پڑھ نہ ہونے پر دنیا میں کسی کو شک ہے؟ کیا بنی اسماعیلؑ کے علاوہ اُس زمانے یا اُن سے قبل بسنے والی کسی بھی قوم کے متعلق کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ سو فیصد یا اُس کی اکثریت خواندہ تھی؟ اگر نہیں تو پھر اِس کا کیا جواز ہے اور کسی کو اس کا حق کیسے ہے کہ اُس وقت کی میرے آقا کی قوم بنی اسماعیلؑ کو ناخواندہ اور اَن پڑھ کہے؟ ابن فارس (وفات ۱۰۰۴) نے ''الصاحبی'' میں سینکڑوں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مشرکین عرب کے نام گنوائے ہیں جو پڑھے لکھے اور علوم و فنون میں دسترس رکھتے تھے اور آخر میں لکھتے ہیں ''قدیم زمانے کے عرب بھی ہماری ہی طرح کے انسان تھے۔جس طرح ہم میں ہر شخص پڑھا لکھا نہیں ہوتا اسی طرح اُن میں بھی سب کے سب نہ تو اَن پڑھ تھے اور نہ ہی سب

کے سب پڑھے لکھے"۔ کتاب (قرآنِ مجید) اور علم کی شہادت یہ ہے کہ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ اُن ہی کیلئے ہے جنہیں قرآنِ مجید سے قبل کتاب نہیں دی گئی تھی۔ الحمد لله

قرآنِ عظیم کو جنات کی ایک ٹولی نے سن کر انتہائی خوشگوار انداز میں متعجب کر دینے والا قرار دیا تھا (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے)۔ اِس کا قاری جب پوچھے گئے سوال کے متعلق عطا کردہ معلومات سے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ اُس موضوع کے متعلق چند دوسری معلومات بہم پہنچا کر تشنگی کا شائبہ تک نہیں رہنے دیتا۔ آقائے نامدار ﷺ کو ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ کے مابین مبعوث فرمایا۔ کیا یہ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ ایک ناخواندہ/اَن پڑھ قوم تھی؟ کیا کتاب کو پڑھنے کی اہلیت سے محروم قوم کتاب کی طالب ہوسکتی ہے؟ ایک ناخواندہ/اَن پڑھ قوم کتاب کی عدم دستیابی کو اپنی غفلت کا جواز نہیں بنا سکتی۔ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ وہ قوم ہے جن کی قبل ازیں کئی نسلوں کو قرآنِ عظیم سے قبل کتاب کی نعمت سے بہرہ ور نہیں کیا گیا تھا۔

أَن تَقُولُوٓاْ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلۡكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيۡنِ مِن قَبۡلِنَا

"[اِس کتاب قرآنِ مجید کا نازل کرنا اِس لئے ہے] کہ تم لوگ اپنی صفائی میں یہ جواز بیان نہ کر سکو" یہ حقیقت ہے کہ الکتاب کو تو نازل کیا گیا تھا ہمارے سے قبل صرف دو گروہوں (بنی اسرائیل اور نصاریٰ) پر

وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمۡ لَغَٰفِلِينَ ○

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن لوگوں کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے" (سورۃ الانعام۔۱۵۶)

أَوۡ تَقُولُواْ لَوۡ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا ٱلۡكِتَٰبُ لَكُنَّآ أَهۡدَىٰ مِنۡهُمۡۚ (حوالہ الانعام۔۱۵۷)

یا تم لوگ صفائی میں یہ دعویٰ نہ کر سکو"اگر الکتاب کو ہم لوگوں پر نازل کیا گیا ہوتا تو یقیناً ہم اُن لوگوں کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہوتے"

اور اِس اطلاع کو مثبت خبر کے انداز میں بھی بیان فرمایا کہ ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ وہ قوم ہے جن کی قبل ازیں کئی نسلوں کو قرآنِ عظیم سے قبل کتاب کی نعمت سے بہرہ ور نہیں کیا گیا تھا۔ ارشاد فرمایا

وَمَآ ءَاتَيۡنَٰهُم مِّن كُتُبٖ يَدۡرُسُونَهَاۖ وَمَآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِن نَّذِيرٖ ۝٤٤

"اور ہم نے انہیں ماضی میں کتابوں میں سے کسی کتاب کو عطا نہیں کیا تھا جسے وہ لوگ پڑھتے ہیں اور نہ ہم نے آپ (ﷺ) سے قبل اُن کی طرف کوئی خبردار کرنے والا بھیجا تھا" (سورۃ سباء۔۴۴)

أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ

''یا کیا ہم نے ایک کتاب کو انہیں عطا فرمایا تھا جس کے سبب وہ اُس کتاب میں موجود واضح دلیل پر ہیں؟''۔(سورۃ سباء۔۴۴)

قرآنِ مجید اور علم کی شہادت یہ ہے کہ ٱلْأُمِّيِّـۧنَ کی اصطلاح اُن ہی کیلئے ہے جنہیں قرآنِ مجید سے قبل کتاب نہیں دی گئی تھی۔

آقائے نامدار ﷺ کو قبل از رسالت مآب ہونے کے حوالے سے ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ بتایا گیا ہے۔

يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ

(میں اپنی رحمت اہل کتاب کے ان لوگوں کیلئے بھی لازم کردونگا) جو رسولِ کریم نبی امی (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں

جن کے بارے میں وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔(حوالہ الاعراف۔۱۵۷)

آیت مبارکہ میں ٱلرَّسُولَ مفعول بہ ہے۔اور ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ مکمل بدل ہے۔یہ ترتیب زمان کے حوالے سے ہے۔زمان میں ہم آقائے نامدار ﷺ سے متعارف ہوئے تھے ان کے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم کی حیثیت سے۔اور ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ان کا اس سے قبل کے زمانے کا تعارف اور حیثیت ہے۔یہ مرکب توصیفی ہے۔موصوف کی صفت ان کی قوم سے نسبت رکھنے والے اسم نسبتی سے بیان فرمائی گئی ہے۔یہی مرکب توصیفی اسی ترتیب سے دوبارہ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۸ میں بنی اسرائیل سے خطاب میں بھی بیان ہوا ہے:

فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ

اس لئے ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر، اور ان کے رسول کریم، نبی امی (ﷺ) پر جو اللہ تعالیٰ پر اور ان کے فرمودات پر ایمان رکھتے ہیں

اس طرح واضح ہے کہ تمام روایات اور تراجم و تفاسیر میں اس اسم نسبتی کے حوالے سے جو کچھ منفی انداز میں لکھا گیا وہ صریحاً غلط ہے اور اس کی بنیاد علمی تحقیق نہیں بلکہ محض تخیلاتی پرواز تھی۔حقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمات بیان فرما رہے ہیں۔